

متن: فی: حرف جر لہ عشرۃ معان

حرف جر لہ عشرۃ معان: احدها: الظرفیۃ: وہی اما.....

شرح: فاء کے بارے میں بحث جاری تھی۔ فاء مفردہ کا ذکر ہو چکا ہے اور اب فاء مرکبہ کا ذکر شروع ہو رہا ہے یعنی وہ کلمہ جو فاء سے شروع ہو اور فاء سے شروع ہونے والا ایک کلمہ ہے جو مورد بحث ہے اور وہ ”فی“ ہے۔ اس کی نوعیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ حرفِ جر ہے جو اسم پر داخل ہوتا ہے اور اسم کو جر دیتا ہے اور اس کے تمام معانی جو ذکر ہوئے ہیں وہ دس ہیں جن کو بیان کیا جائے گا۔

اول: فی کا پہلا معنی ظرفیت ہے۔ فی بیان کرتا ہے کہ میرا مجرور میرے ماقبل کے لیے ظرف ہے، مثلاً: زید فی الدار یعنی دار زید کے لیے ظرف ہے۔ زید گھر میں ہے۔ ظرفیت دو طرح کی ہے: حقیقی اور مجازی اور حقیقی کی دو قسمیں ہیں: ۱- ظرفیت مکانیہ ۲- ظرفیت زمانیہ۔

۱- ظرفیت مکانیہ: اس کی علامت ہے کہ مجرور اسم مکان میں سے ہے جیسا کہ حسان بن ثابت کا قول ہے، جو اس نے رسول خدا ﷺ کے مرثیہ میں کہا تھا:

أقيم بعدك في المدينة بينهم

يألهم نفسي ليتني لم اولد

محل شاہد: فی المدینۃ میں ہے کہ فی جارہ کا مجرور مدینہ ہے جو ظرف مکان ہے۔

۲- ظرفیت زمانیہ: اس کی علامت یہ ہے کہ فی کا مجرور اسم زمان ہوگا جیسا کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

المهدى منّا اهل البيت يصلح الله له امره في ليلةٍ۔

محل شاہد: فی لیلۃ میں ہے کہ لیلۃ فی کا مجرور اسم زمان ہے (مہدی ہم اہل بیت میں سے ہے، اللہ تعالیٰ

اس کے امر کی ایک رات میں اصلاح کر دے گا)۔

اس آیت میں دونوں قسم کی ظرفیت جمع ہو گئی ہے، یعنی دو عدد فی ذکر ہوئے ہیں جن میں سے ایک سے مراد

ظرفیت مکانیہ اور دوسری سے ظرفیت زمانیہ مراد ہے۔

غُلِبَتْ الرُّومُ ﴿١٠﴾ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ سَيِّغُلِبُونَ ﴿١١﴾ فِي بَضْعِ

بِسِنِّيْنِ (سورہ روم: آیت ۱ تا ۴)

محل شاہد ہے کہ دو فی اول مکانیہ، دوم زمانیہ ہے۔

ظرفیت مجازی: یعنی فی بیان کرتا ہے کہ میرا مجرور واقعاً و حقیقتاً ماقبل کے لیے ظرف نہیں ہے بلکہ فرضاً و مجازاً ہے، یعنی عنوان ظرف قصد کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوَةٌ يَاۤأُولِي الْأَلْبَابِ (سورہ بقرہ: آیت ۱۷۹)

یا امیر المؤمنین علیؑ کا فرمان ہے: فالہوت فی حیاتکم مقہورین والحیٰۃ فی موتکم قاہرین (موت تمہاری زندگی ہے درحالانکہ تم شکست خوردہ ہو اور تمہاری موت بھی زندگی ہے اگر تم غالب ہو)۔

۲- فی کا دوسرا معنی مصاحبت ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس جگہ لفظ ”مع“ کو رکھنا درست ہے اور اس سے معنی میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوگی جیسا کہ: فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ (سورہ قصص: آیت ۷۹) (قارون اپنی قوم کے سامنے پوری زینت کے ساتھ نکلا)۔

۳- فی کا معنی سوم: تعلیل ہے۔ یہ فی دلالت کرتا ہے کہ میرا مجرور ماقبل کی علت ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ فی کی جگہ لام تعلیلہ کو رکھا جائے تو معنی میں خلل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زینحٰ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے: فَذٰلِكَ الَّذِي لُمْتُنِّي فِيهِ (سورہ یوسف: آیت ۳۲) (یہ وہ ہے جس کی وجہ سے تم میری ملامت کرتی تھیں)۔

محل شاہد: فیہ میں ہے کہ فی تعطیل کے لیے ہے اور لہ کو اس جگہ رکھنا درست ہے یا رسول خدا کی حدیث ہے کہ إِنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ النَّارَ فِي هَرَّةٍ رَّبَطَهَا، (تحقیق عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی جس کو اس نے مجبوس کر رکھا تھا)۔

۴- معنی: استعلاء ہے یعنی علی کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ وَلَا وَصَلَبْتُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ۔

محل شاہد ہے کہ فی علی کے معنی میں ہے (میں ضرورتاً تم کو کھجور کی شاخوں پر پھانسی دوں گا)۔ (سورہ طہ: ۷۱)

۵- فی کا پانچواں معنی ہے کہ باء جارہ کے مترادف استعمال ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ

”با“ کو رکھا جائے تو معنی میں خلل رونما نہیں ہوتا جیسا کہ زید انخیل کا قول ہے:

ویرکب یوم الروع منا فواس

بصیرون فی طعن الا باھر والکلی

محل شاہد: بصیرون فی طعن الا باھر میں ہے فی: باء کے معنی میں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے: بَصَرَ فَعْل
 باء سے متعدی ہوتا ہے جب کہ اس مقام پر فی سے متعدی ہوا ہے تو یہ دلیل ہے کہ فی باء کے معنی میں ہے۔
 (میرے قبیلہ والے جنگ کے ایام میں ہوتے ہیں کہ جو ماہر و بصیرت والے ہیں، نیزے مارنے میں رگوں میں)۔
 ۶- فی کا چھٹا معنی ہے کہ فی الی کے مترادف استعمال ہوتا ہے جیسا کہ یہ آیت ہے: فَزِدُّوْا اَیْدِيَهُمْ فِیْ

اَفْوَاهِهِمْ (سورہ ابراہیم: ۹)

محل شاہد ہے: فی الی کے معنی میں ہے (میں انھوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ کی طرف پلٹایا)۔ اس کی
 نشانی یہ ہے کہ فی کی جگہ الی کو رکھنا جائز ہے۔

۷- فی کا ساتواں معنی ہے کہ یہ من کے مترادف استعمال ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ فی کی جگہ
 من کو رکھا جائے گا تو معنی میں خلل نہیں ہوگا اور اس کی مثال بعض نحو یوں نے یہ دی ہے کہ: وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ
 اُمَّةٍ شَهِيدًا (سورہ نحل: ۸۹)

اور اس کی دلیل یہ ہے نبعث من سے متعدی ہوتا ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَيَوْمَ
 نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيدًا (سورہ نحل: ۸۴)

اس میں من استعمال ہوا ہے تو یہ دلیل کہ اس میں فی، من کے معنی میں ہے۔

۸- مقایسہ کرنا، یعنی دو چیزوں کو ایک دوسری پر قیاس کرنا، اس کے لیے بھی فی استعمال ہوتا ہے۔ اس میں وہ
 چیز جو مفضول ہے وہ فی سے قبل ذکر ہوتی ہے اور فاضل فی کے بعد ذکر ہوتی ہے اور مجرور کی برتری کو ماقبل پر ثابت
 کرتی ہے۔ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ جیسا کہ (سورہ توبہ: ۳۸)

محل شاہد ہے کہ فی دنیا کا آخرت سے قیاس کر رہی ہے کہ ان دونوں میں کوئی مقایسہ نہیں۔ آخرت دنیا سے
 افضل و برتر ہے۔

۹- فی کا نواں معنی اس کا زائد ہونا ہے اور یہ زائدہ ہے کہ جو کسی دوسرے کے عوض میں آیا ہے جو مخذوف

ہے، مثلاً ضربت فیمن رغبتم۔

محل شاہد ہے کہ ضربت من رغبتم فیہ، اس میں فی کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے عوض میں من پر فی داخل کیا گیا ہے اور یہ زائدہ ہے کیونکہ ضربت کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔
اور اس کی ابن مالک نے اجازت دی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے جیسے اس شعر میں باء زائدہ عوضیہ ہے۔ ایسے ہی یہ فی زائدہ عوضیہ ہے۔

ولا یؤاتیک فیما ناب من حدث

الا احو ثقة فانظر بمن تثق

محل شاہد ہے کہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ بمن میں باء زائدہ عوضیہ ہے۔ ایسے ہی ما نحن فیہ میں فی زائدہ عوضیہ ہے۔ یہ اس صورت میں جب اس شعر کو ظاہر پر حمل کیا جائے اور (فیہ نظر) یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اس میں نظر و اشکال ہے کہ جس کو بیان کیا جا چکا ہے۔

دسواں: فی کا آخری و دسواں معنی فی زائدہ تاکید یہ ہونا ہے کہ یہ اُس وقت ہوتا ہے کہ فی زائدہ ہو لیکن عوضیہ نہ ہو۔ اس کے بارے میں فارسی میں بیان کیا ہے کہ یہ فی فقط ضرورت شعری میں استعمال ہوتی ہے۔ ضرورت شعری میں اس فی کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ:

انا ابوسعدا اذا اللیل دجا

یخال فی سوادا یرندجا

محل شاہد ہے کہ فی زائدہ ہے جو تاکید کے لیے ذکر ہوا ہے۔ فی زائدہ ہے اور سواد مفعول اول اور یرندجا دوسرا مفعول ہے اور دونوں یخال فعل قلبی کے مفعول ہیں۔ فی زائدہ ہے۔

بعض نحویوں نے اس کو نثر میں بھی زائدہ تاکید یہ قرار دیا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا (سورہ ہود: ۴۱)

محل شاہد: فیہا میں ہے کہ فی زائدہ کیونکہ ارکبوا خود متعدی نفسہ ہے۔

ترجمہ: فی: حرف جر ہے اس کے لیے دس معانی ہیں:

ان میں سے اول: ظرفیت ہے اور ظرفیت یا مکانیہ ہے جیسا کہ حسان کا قول ہے رسول خدا ﷺ کے

مرثیہ میں ہے:

أَقِمْ بَعْدَكَ فِي الْمَدِينَةِ بَيْنَهُمْ

يَا لَهْفَ نَفْسِي لِيَتَنِي لِمَ أَوْلَدَ

(اے رسولِ خدا! کیا میں آپ کے بعد مسلمانوں کے درمیان مدینہ میں قیام کروں؟ اے وائے میرے نفس پر اے کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا)۔

یا زمانیہ ہوگی جیسا کہ رسولِ خدا ﷺ کا فرمان ہے:

المهدى منّا اهل البيت يصلح الله له امره في ليلة

”مہدیؑ ہم اہل بیتؑ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی امر حکومت کو اس کے لیے ایک رات میں درست کر دے گا“۔

اور تحقیق دونوں (ظرفتیں) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں جمع ہو گئی ہیں:

الم غلبت الروم في اذى الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون في بضع سنين

الف لام میم، روم اس چھوٹی زمین میں مغلوب ہو گئے اور یہ اس مغلوبیت کے بعد عنقریب چند برسوں میں

دوبارہ غالب ہو جائیں گے۔ یا یہ ظرفیت مجازیہ ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ

”قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے“۔

یا امیر المؤمنین علیؑ کا فرمان ہے:

فالموت في حياتكم مقهورين والحياة في موتكم قاهرين

”تم مغلوب ہو تو تمہاری زندگی میں بھی موت ہے اور اگر تم غالب ہو تو مر کر بھی زندہ ہو“۔

دوم: مصاحبتہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ

”پس (قارون) اپنی پوری زینت کے ساتھ آراستہ ہو کر اپنی قوم کے پاس آیا“۔

سوم: تعلیل، جیسا کہ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ (پس یہ ہے وہ جس کی وجہ سے تم میری ملامت کرتی

تھیں) اور رسولِ خدا کی حدیث میں ہے کہ: إِنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ النَّارَ فِي هَرَّةٍ رِبَطَتَهَا (تحقیق ایک عورت لمبی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگی جس کو اس نے مجبوس کیا ہوا تھا)۔

چوتھا: استعلاء (بلندی): جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا وَصَلَبْتَكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ (اور میں تم کو ضرور بر ضرور کھجور کی شاخوں پر پھانسی دوں گا)۔

پانچواں: باء کے مترادف ہونا ہے جیسا کہ زید النخیل کا قول ہے:

ویركب يوم الروع منا فوارس

بصیرون في طعن الا باهر والکلی

چھٹا: من کے مترادف ہوتا ہے اور بعض نحویوں نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ مثال پیش کی ہے: (ویوم نبعث في كل أمة شهيداً) اور اس پر استدلال انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ کیا ہے: (ویوم نبعث من كل أمة شهيداً)

ساتواں: مقایسہ کرنا، اور یہ فی مفضول سابق اور فاضل لاحق کے درمیان میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْأَخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۱۸﴾ پس نہیں ہے دنیاوی زندگی کا مال متاعِ آخرت کے مقابل میں مگر قلیل۔

آٹھواں: تعویض اور یہ وہ فی ہے جو زائدہ ہوتا ہے اور دوسرے محذوف فی کے عوض میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ تیرا قول ہے: ضربت فیمن رغبت۔ اس کی اصل ہے ضربت من رعبت فیہ۔ اس کی اکیلے ابن مالک نے اجازت دی ہے۔ شاعر کے اس قول پر قیاس کرتے ہوئے:

ولا يواتيك فيما ناب من حدث

الا اخو ثقة فامر بمن تثق

(حوادث میں سے نازل ہونے والی حوادث میں تیری کوئی مدد نہیں کرے گا مگر تیرا مورد اعتماد بھائی، پس غور کرو کہ جس پر اعتماد کر رہے ہو)۔

اس شعر کو اس پر حمل کرتے ہوئے اور اس میں نظر ہے۔

نواں: توکید ہے اور یہ وہ فی ہے جو زائدہ ہے جو عوض کے لیے نہیں ہوتی۔ اس کی فارسی نے ضرورت میں

اجازت دی ہے اور اس پر ہی اس نے اس شعر استنہاد کیا ہے:

أنا أبو سعد إذا الليل دجا

يخال في سواد يرندجا

(میں ابوسععد ہوں کہ جب رات تاریک ہو جاتی ہے وہ گمان کرتا ہے کہ تاریکی سیاہ پوست ہے) اور بعض

نحویوں نے اس کو اللہ کے اس قول میں جائز قرار دیا ہے: وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا (سورہ ہود: ۴۱)



متن: حرف القاف

قد

علی وجہین: حرفیہ وستائی و اسمیہ وہی علی وجہین.....

شرح: وہ حرف جو مورد بحث ہے وہ قاف ہے اور اس کی بھی دو صورتیں متصور ہیں: قاف مفردہ اور قاف مرکبہ۔ قاف مفردہ زیر استعمال نہیں ہے اس لیے نحوی اس سے بحث نہیں کرتے۔ دوسرا ہے قاف مرکبہ، یعنی وہ کلمہ جو قاف سے شروع ہوتا ہے وہ مورد بحث ہے اور وہ قد اور قطف ہے۔

قد

اس کی دو قسمیں ہیں: حرفیہ کہ جس کے بارے میں عنقریب ذکر آئے گا۔

اسمیہ: اس کی دو قسمیں ہیں:

۱- اسم نعل ہے کہ جس کے بارے میں عنقریب بات شروع کریں گے۔

۲- دوسری قسم ہے وہ قد ہے جو اسم ہے اور حسب کے مترادف اور اس کے ہم معنی ہے۔

اس قسم کی پھر دو قسمیں ہیں: ۱- مبنی ۲- معرب

۱- قد اسمی جو مبنی ہے اور یہ قسم غالب ہے یعنی غالباً قد اسمی مبنی ہوتا ہے۔ اس کے مبنی ہونے کے دو سبب

ہیں:

۱- یہ قد حرفیہ کے ساتھ شباہت رکھتا ہے اور اس کی شباہت دو طرح کی ہے:

○ قد حرفیہ کے ساتھ لفظاً شباہت رکھتا ہے۔

○ قد حرفیہ کے علاوہ کافی زیادہ حروف کے ساتھ تعداد حروف میں شباہت رکھتا ہے، جیسا کہ صغ، فی دو حرفی

ہیں ایسے ہی یہ قد اسمی بھی دو حرفی ہے اور قد اسمی مبنی علی السکون ہے جیسا کہ مبنی میں اصل سکون ہے جیسا کہ قَدْ زید

درہم سکون کے ساتھ ہے اور اگر قد کے ساتھ یائے متکلم کو متصل کیا جائے گا تو اس صورت میں اس کے نون وقایہ لگایا جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قد کی دال ساکن ہے اور بنی میں اصل سکون ہے اور دوسری طرف سے جب قد کے ساتھ یائے متکلم لگائی جائے گی تو یاء اپنے ماقبل کسرہ چاہتا ہے۔ اگر ماقبل یاء کو کسرہ دیا جائے گا تو دال پر کسرہ آئے گا اور یہ ساکن نہیں رہے گی، متحرک ہو جائے گی جبکہ اس کو ساکن رہنا چاہیے تو اس کسرہ سے یاء کو بچانے کی خاطر یائے متکلم سے قبل نون وقایہ لگایا جائے گا تا کہ بنی کا آخر کسرہ سے بچ جائے۔ لہذا قَدْنِی کہا جائے گا۔

۲- قد کی دوسری قسم قد معرب ہے اور قد اسمی کا معرب ہونا بہت قلیل ہے۔ یوں کہا جائے گا: قد زید درہم: قد کو مرفوع پڑھا جائے اور جب قد معرب ہے تو اس صورت میں قد کے ساتھ یائے متکلم متصل ہوگی تو پھر اس کے ساتھ نون وقایہ نہیں لگایا جائے گا۔ قَدْنِی پڑھا جائے گا۔

قد اسمی کی دوسری قسم: قد جو اسم فعل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور یہ = قد = یکفٰی کے مترادف استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قد زیداً درہم کہ زید کو ایک درہم کافی ہے اور اس کے ساتھ بھی جب یائے متکلم متصل ہوگی تو نون وقایہ لگایا جائے گا جیسا کہ یکفٰی کے ساتھ نون وقایہ لگایا جاتا ہے۔

ترجمہ: حرف قاف: قد دو وجہوں پر ہے حرفیہ اور یہ عنقریب آئے گا۔ دوم اسمیہ اور یہ بھی دو قسموں پر ہے۔ اسم فعل اور اس کے بارے میں عنقریب ذکر آئے گا اور دوسرا اسم ہے جو حسب کے مترادف ہے اور یہ قد دو وجہوں پر استعمال ہوتا ہے: مبنیہ اور یہ ہی غالب ہے۔ اس کی قد حرفیہ کے ساتھ شبہات لفظی کی وجہ سے اور کثیر حروف کے ساتھ شبہات وضعی کی وجہ سے اور اس میں یوں کہا جائے گا: قد زید درہم سکون کے ساتھ اور قدنی نون کے ساتھ دال کے سکون پر باقی رکھنے کی حرص کی وجہ سے کیونکہ بنی کلمات میں اصل سکون ہے اور یہ قد معرب بھی ہوتا ہے اور یہ قلیل ہے۔ کہا جائے گا: قد زید درہم: قد کے رفع کے ساتھ اور قدی درہم کو بغیر نون کے۔

اور وہ قد جو اسم فعل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے وہ یکفٰی کے مترادف ہے۔ کہا جائے گا: قد زیداً درہم اور اس کو قدنی درہم پڑھا جائے گا جیسے کہا جاتا ہے: یکفٰی درہم اور یکفٰنی درہم۔

متن: واما الحرفیة فمختصة بالفعل المتصرف.....

شرح: قد کی دوسری قسم: قد حرفیہ ہے اس کے استعمال کی خاص شرط ہے:

۱- ضروری ہے کہ فعل پر داخل ہو۔

۲- فعل متصرف پر داخل ہو اور فعل مثبت ہو۔

حرفِ جازم و ناصب سے اور سین، سوف سے بھی خالی ہو۔

لہذا فعل جامد، انشائی اور فعل منفی پر داخل نہیں ہوتا۔ اور یہ فعل کے ساتھ بمنزلہ جزء ہوتا ہے۔ لہذا قد اور فعل

کے درمیان فاصلہ نہیں آئے گا۔ ہاں قسم کے ذریعے فاصلہ جائز ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

فقد والله بین لی عنائی

بوشک فراقہم صرد یصبح

محل شاہد ہے کہ قد اور بَیِّن فعل کے درمیان واللہ قسم کا فاصلہ آیا ہے۔ (پس محققاً خدا کی قسم! میرے

لیے رنج و دکھ ظاہر ہوئے کہ میں نے فریاد کی فراق اور جدائی میں جلدی کرنے پر)۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نثر میں بھی فاصلہ آسکتا ہے جیسا کہ: قد لعمری بٹ ساہراً، تحقیق مجھے اپنی عمر

کی قسم ہے کہ میں نے گزشتہ رات بسر کی ہے درحالانکہ میں ساری رات جاگتا رہا تھا)۔

قد حرفیہ کے پیچھے معانی ہیں:

۱- توقع: یعنی توقع و انتظار: یہ قد بیان کرتا ہے کہ میرے بعد والا فعل کا وقوع متکلم و مخاطب کے لیے

متوقع ہے۔ انتظار ان امور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جن کا تعلق حال یا استقبال کے ساتھ ہے۔ قد جب فعل مضارع

پر داخل ہو تو اس صورت میں اس کا انتظار وقوع کے لیے آنا واضح و روشن ہے۔ کسی کو اختلاف نہیں جیسے کہا جاتا ہے:

قد یقدم الغائب الیوم۔ یہ اس وقت کہا جائے گا جب مسافر کے آنے کا انتظار ہو۔

یہ قد جب ماضی پر داخل ہو تو اس صورت میں اس کا توقع پر دلالت کرنے میں اختلاف ہے۔ اکثر نحویوں

نے قد کے ماضی کے ساتھ ہونے کی صورت توقع کو ثابت کیا ہے۔

خلیل نحوی فرماتے ہیں: قد فعل اس قوم کے لیے کہا جائے گا جو کسی فعل کا انتظار کر رہی ہو جیسا کہ مؤذن

نمازیوں کے لیے قد قامت الصلوٰۃ کہتا ہے کیونکہ وہ سارے نماز کے انتظار میں ہوتے ہیں لیکن بعض نحویوں نے

ماضی کے ساتھ توقع کے ہونے کا انکار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مضارع کے ساتھ قد کا انتظار پر دلالت کرنا درست

ہے لیکن ماضی کے ساتھ اس کا انتظار وقوع پر دلالت قابل قبول نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے: توقع کا معنی ہے کہ وقوع

کا انتظار کرنا ہے جبکہ ماضی واقع ہو چکی ہے اس کا انتظار نہیں ہوتا۔

وقد بین: فرماتے ہیں کہ جو ہم نے بیان کیا ہے کہ توقع انتظار کا نام ہے جو لوگ ماضی میں توقع کو ثابت کرتے ہیں ان کی مراد ہے کہ متکلم کے خبر دینے سے قبل مخاطبین اس کے وقوع کا انتظار کرتے ہیں نہ کہ اس وقت وہ انتظار کرتے ہیں۔

والظاهر: آغا فرماتے ہیں کہ حق واضح ہے کہ قد اصلاً توقع پر دلالت نہیں کرتا، خواہ ماضی پر داخل ہو یا مضارع پر۔

مضارع پر جب داخل ہوتا ہے تو اس صورت میں توقع قد کی وجہ سے نہیں بلکہ ذات مضارع میں توقع پائی جاتی ہے کیونکہ توقع انتظار وقوع ہے اور یہ مضارع کی ذات میں ہے۔ اس میں انتظار وقوع پایا جاتا ہے۔ جب قد یقدم الغائب کہا جاتا ہے تو قد کے بغیر بھی یہ توقع پر دلالت ہے کیونکہ منجر جب مستقبل کے بارے میں کوئی خبر دیتا ہے تو گویا وہ خود وقوع کی توقع رکھتا ہے لہذا قد کے بغیر بھی مضارع توقع پر دلالت کرتا ہے۔

واما الباضی: جب قد ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس وقت یہ توقع پر دلالت نہیں کرتا لیکن جو کہا جاتا ہے کہ قد ضرب اس کے لیے ہوگا جو ضرب کے بارے میں انتظار رکھتا ہو۔ تو جو بندہ انتظار میں ہے اس کے لیے قد ضرب کہا جائے گا تو وہ انتظار وقوع سرایت کرے گی۔ قد کی طرف کیونکہ یہ توقع و انتظار کے جواب میں آتا ہے، لہذا یہ توقع قد میں سرایت کر گئی ہے۔ مانعین فرماتے ہیں: اگر اسی وجہ سے قد توقع پر دلالت کرتا ہے تو پھر لارجل میں لا استفہامیہ ہو جائے گی کیونکہ یہ لارجل بھی ہمیشہ استفہام کے جواب میں آتا ہے کیونکہ هل من رجل میں استفہام رجل کے بارے میں ہے اور لارجل میں لا کے بعد استفہام عنہ ذکر ہوا ہے تو اس کا استفہام لا کی طرف سرایت کر جائے گا۔ پس یہ لا استفہامیہ ہے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں تو قد کا توقع پر دلالت کرنا بھی ایسے ہی ہے۔

وعبارت ابن مالک: آغا فرماتے ہیں کہ قد کے بارے میں ابن مالک کی عبارت بہت اچھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قد اس ماضی پر داخل ہوتا ہے جو متوقع ہے نہ کہ خود قد توقع پر دلالت کرتا ہے اور مضارع پر داخل ہونے والے قد کا تعلق بھی توقع سے نہیں ہے اور یہ ہی حق ہے کہ قد کی ذات میں توقع نہیں ہے۔

ترجمہ: اور قد حرفیہ پس یہ فعل متصرف خبری مثبت کہ جو جازم، ناصب اور حرف متفیس سے خالی ہو اس پر داخل ہوتا ہے اور یہ فعل کے ساتھ بمنزلہ جزء ہے۔ پس اس کے اور فعل کے درمیان کسی چیز سے فاصلہ نہیں ہوگا

سوائے قسم کے۔ جیسا کہ یہ شعر ہے:

فقد والله بين لي عنائي

يوشك فراقهم صردُ يصيحُ

اور قد لعبری بٹ ساہراً بھی سنا گیا ہے۔ اور اس کے لیے جھے معانی ہیں:

اول: توقع ہے اور یہ مضارع کے ساتھ واضح ہے جیسا کہ تیرا قول ہے: قد يقدم الغائب اليوم: یہ اس وقت کہا جائے گا جب تو اس کے آنے کی توقع رکھتا ہے اور ماضی کے ساتھ توقع اس کو اکثر نحویوں نے ثابت کیا ہے۔ خلیل نے کہا ہے کہ قد فعل اس قوم کے لیے کہا جائے گا جو کسی خبر کی انتظار میں ہو اور اسی سے مؤذن کا قول ہے: قد قامت الصلوة کیونکہ جماعت نماز کے انتظار میں ہوتی ہے۔

اور بعض نحویوں نے قد کے ماضی کے ساتھ توقع کے لیے ہونے کا انکار کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ توقع وقوع کا انتظار کرنا ہے اور ماضی تو یقیناً واقع ہو چکی ہے۔ اور جو ہم نے بیان کیا ہے اس سے ظاہر و واضح ہوتا ہے کہ جو ماضی کے ساتھ توقع کو ثابت کرتے ہیں ان کی مراد ہے کہ تحقیق قد دلالت کرتا ہے کہ فعل ماضی اخبار سے قبل ماضی متوقع ہے یہ مراد نہیں کہ وہ اس وقت متوقع ہے اور ظاہر یہ ہے کہ قد اصلاً توقع کا فائدہ نہیں دیتا۔ بہر حال مضارع میں پس تیرا قول يقدم الغائب یہ بغیر قد کے بھی توقع کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ جو شخص مستقبل کے بارے میں خبر دیتا ہے وہ توقع رکھتا ہے۔ بہر حال ماضی میں پس اگر اس بناء پر قد میں توقع کو ثابت کرنا صحیح ہو تو پھر صحیح ہے کہ لا رجل جو کہ مفتوح ہے اس میں لا استفہام پایا جاتا ہے کیونکہ یہ لا داخل نہیں ہوتی مگر اس شخص کے جواب میں جو کہتا ہے: هل من رجل یا جو اس جیسا ہے۔ پس جولا کے بعد ہے وہ مستفہم عنہ ہے۔ یہ مستفہم عنہ دوسرے شخص کے اعتبار سے ہے۔ جیسا کہ تحقیق ماضی جو قد کے بعد ہے وہ بھی ایسے ہی متوقع ہے اور ابن مالک کی عبارت قد کے بارے میں حسن ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ تحقیق قد اس ماضی پر داخل ہوتا ہے جو متوقع ہے اور اس نے نہیں کہا کہ قد توقع کا فائدہ دیتا ہے۔ یہ قد جو مضارع پر داخل ہے وہ یقیناً توقع کے معترض نہیں اور یہ ہی حق ہے۔

متن: الثانی: تقریب الماضی من الحال تقول: قام زيد:

شرح: قد حرفیہ کے معانی میں سے دوسرا معنی ہے کہ یہ قد ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لیے آتا ہے۔

اس قد کو قدر تقریبیہ کہا جاتا ہے۔ یہ قد بیان کرتا ہے کہ جو فعل میرے بعد ذکر ہوا ہے اس کا وقوع حال کے قریب ہے۔ ماضی کی دو قسمیں ہیں: ۱- ماضی بعید ۲- ماضی قریب۔

ماضی قریب جو حال کے نزدیک ہوتی ہے لہذا جب قام زید کہا جاتا ہے تو اس قام میں دونوں احتمال پائے جاتے ہیں کہ ممکن ہے ماضی بعید میں قیام ہوا ہے اور ممکن ہے کہ ماضی قریب میں قیام متحقق ہوا ہے لیکن جب قد قام زید کہا جائے گا تو یہ نص ہے کہ قیام ماضی قریب میں ہوا ہے کہ جو حال کے نزدیک تر ہے۔ اس قد پر چند احکام وارد ہوتے ہیں:

۱- قدر تقریبیہ: لیس، علی و نعم وغیرہ کہ جن میں زمانہ نہیں پایا جاتا ان پر داخل نہیں ہوتا کیونکہ یہ زمانہ ماضی کو حال کے قریب کرتا ہے اور ان جیسے افعال زمانہ پر دلالت نہیں کرتے۔ اور ان میں تصرف نہیں پایا جاتا لہذا یہ اسماء کے مشابہ ہیں اور اسماء پر قد داخل نہیں ہوتا، لہذا ان افعال پر بھی قد داخل نہیں ہوتا۔

۲- وہ فعل ماضی جو حال نحوی واقع ہو اس پر قد کا داخل ہونا بصری نحوی فرماتے ہیں کہ اس فعل ماضی پر قد کا داخل ہونا واجب ہے تاکہ وہ ماضی کو حال کے قریب کر دے، خواہ قد ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا لَنَا إِلَّا نُفَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا (سورہ بقرہ: آیت ۲۴۶)

دوسری مثال عباس بن عبدالمطلب کا قول ہے:

نصرنا رسول الله في الحرب سبعة

وقد فر من قد فر منهم واقشعوا

محل شاہد کہ آیت اور شعر دونوں میں فعل ماضی حال واقع ہوئی ہے اور قد دونوں میں داخل ہے اور قد ظاہر بظاہر ہے۔ یا قد مقدر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: هذه بضاعتنا ردت الینا۔

محل شاہد ہے کہ ردت الینا فعل ماضی حال ہے اور اس پر قد مقدر ہے لیکن کوئی اور بصریوں میں سے انخس اس کا مخالف ہے۔ یہ نحوی فرماتے ہیں کہ درست نہیں ہے کہ فعل ماضی میں جب حال واقع ہو تو اس صورت میں اس پر قد داخل کرنا واجب ہے اور جو علت ذکر ہوئی ہے وہ بھی درست نہیں ہے اور اس کی وجہ ہے کہ ہمارے پاس دو حال ہیں:

۱- وہ حال جس کا تعلق زمانہ کے ساتھ ہے اور ایک وہ حال ہے جو فاعل یا مفعول کی حالت کو بیان کرتا

ہے۔ وہ ماضی جو قد کی وجہ سے حال کے قریب ہوتی ہے اس کا تعلق زمانہ کے ساتھ ہے۔ وہ حال جو فاعل کی حالت کو بیان کرتا ہے اس کا تعلق قد کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ فاعل کے لیے قید ہوتا ہے اور اس کا تعلق فاعل کے عامل کے ساتھ ہوتا ہے جو اس کا زمانہ ہے وہی اس قید کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس کا قد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہذا قد جس ماضی کو حال کے قریب کرتا ہے وہ ہمارا مقصود نہیں ہے اور جو ہمارا مقصود ہے اس کے ساتھ قد کا تعلق نہیں لہذا مقصد لم یقع وما وقع لم یقصد۔

ثانیاً: ہم دیکھتے ہیں کہ بہت زیادہ موارد ہیں کہ جن میں فعل ماضی قد کے بغیر بھی حال واقع ہوئی ہے اور اگر کہا جائے کہ وہاں قد مقدر ہے تو اصل عدم تقدیر ہے اور خصوصاً جب قد کے بغیر استعمال زیادہ ہو۔

۳- قد تقریبیہ کے احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اس پر لام ابتداء داخل ہوتی ہے۔ لام ابتداء کے داخلہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ لام اصل میں اسم فاعل یا مفعول وغیرہ پر داخل ہوتی ہے جیسا کہ ان زیداً للقائم لیکن فعل مضارع پر بھی داخل ہوتی ہے کیونکہ فعل مضارع اسم فاعل کے حال و استقبال کے زمانہ پر دلالت کرنے کی وجہ سے شبہت رکھتا ہے لہذا فعل مضارع پر بھی لام ابتداء داخل ہوتی ہے جیسا کہ ان ربك لیحكّم بیئہم اور جب فعل ماضی پر قد داخل ہو جاتا ہے تو وہ حال کے قریب ہوتی ہے اور حال کے قرب کی وجہ سے یہ مضارع کے شبہت پیدا کر لیتی ہے لہذا اس وجہ سے اس پر بھی قد داخل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ان زیداً لقد قام لہذا اس شبہت کی وجہ سے ماضی پر لام ابتداء کا داخلہ جائز ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: دوسرا معنی ماضی کو حال کے قریب کرنا ہے جیسا کہ تو کہتا ہے: قام زید: اس میں ماضی بعید اور ماضی قریب دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے۔ پس جب تو کہتا ہے: قد قام زید یہ مختص ہے ماضی قریب کے۔ اس افادہ کی وجہ اس پر چند احکام مرتب ہوتے ہیں:

۱- ان احکام میں سے تحقیق یہ قد لیس، عسلی، نعمہ بئس وغیرہ پر داخل نہیں ہوتا کیونکہ یہ افعال زمان کا فائدہ نہیں دیتے اور ان میں تصرف نہیں پایا جاتا۔ پس یہ اسم کے مشابہ ہیں۔

۲- بصریوں کے نزدیک اس قد کا داخلہ اس ماضی پر واجب ہے جو حال واقع ہو سوائے انخفش کے۔ اس قد کا ہونا ضروری ہے خواہ ظاہر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءِنَا (سورہ بقرہ: ۲۴۶)

”اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم راہِ خدا میں قتال نہ کریں حالانکہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو ہمارے گھروں سے نکال دیا گیا ہے۔“

یا عباس بن عبدالمطلب کا قول ہے:

نصرنا رسول الله في الحرب سبعة

وقد فر من قد فر منهم واقشعوا

(ہم نے حالتِ جنگ میں رسولِ خدا کی مدد کی ہے حالانکہ ہم سات افراد تھے حالانکہ باقی مسلمان فرار کر گئے تھے اور پراگندہ ہو چکے تھے)۔

یا قد مقدر ہوگا جیسا کہ: هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا (سورۃ یوسف: ۶۵) ”یہ ہمارا پیانا ہے در حالانکہ ہماری طرف رد کر دیا گیا ہے۔“

اور بصریوں کی کوفیوں نے اور انخفش نے مخالفت کی ہے۔ پس انھوں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اکثر مقامات پر ماضی کا حال ہونا قد کے بغیر واقع ہوا ہے۔ اور اصل عدم تقدیر ہے خصوصاً ان موارد میں کہ جن میں اس کا استعمال بغیر قد کے کثیر ہو۔

۳- ان احکام میں سے ہے کہ لام ابتداء کا دخول ہے۔ اس جیسی مثال میں ان زیداً لقد قام اور یہ دخول اس وجہ سے کہ اصل اس لام کا دخول اسم پر ہے جیسا کہ ان زیداً لقاتم اور فقط و فقط فعل مضارع پر داخل ہوتی ہے اس وجہ سے یہ فعل مضارع اسم کے ساتھ شبہت رکھتا ہے جیسا کہ:

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (سورۃ نحل: ۱۲۴) ”تحقیق تیرا رب ان کے درمیان ضرور حکم فرمائے گا۔“

پس جب ماضی حال کے قریب ہو جاتی ہے وہ مضارع کے ساتھ شبہت رکھتی ہے کہ جو اسم کے مشابہ ہے پس اس پر دخول جائز ہو جاتا ہے۔

متن: المعنى الثالث: التقليل، وهو ضربان: تقليل وقوع الفعل

شرح: قد حرفیه کے معانی میں سے معنی سوم: تقلیل ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

۱- وقوع فعل میں تقلیل جیسا کہ قد یصدق الكذوب: (بہت بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا جاتا ہے) یہ قد

بیان کرتا ہے: وقوع صدق جھوٹے سے کم ہے۔ یا فعل کے متعلق کی تقلیل کو بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ: قد یعلم ما انتم علیہ، یعنی خود فعل قلیل نہیں بلکہ فعل کے معمول یا متعلق قلیل ہے۔ ما نحن فیہ آیت فعل یعلم قلیل نہیں ہے بلکہ ما انتم علیہ یہ تقلیل ہے۔ (خدا جانتا ہے کہ جس پر تم ہو وہ قلیل ہے)۔ یعنی تمہاری معلومات کم ہیں۔ اس کے خلاف بعض نحوی فرماتے ہیں کہ ان دونوں مثالوں میں قد تحقیق کے لیے آیا ہے۔

پہلی مثال میں قلت کا قد سے استفادہ نہیں ہوتا بلکہ خود جملہ قلت پر دلالت کرتا ہے ورنہ اگر اس جملہ کو قلت پر حمل نہیں کریں گے تو آخر جملہ اول جملہ کی تکذیب کر دے گا اور کلام فاسد ہو جائے گی کیونکہ اول آخر کے منافی ہے۔ اس کی مثال ہے کہ وقد یزھق الحکیم: حکیم بھی کبھی ہنستا ہے۔

چوتھا: قد حرفیہ کا چوتھا معنی تکثیر ہے۔ یعنی بیان کرتا ہے کہ بعد والا فعل کا وقوع کثیر ہے جیسا کہ سیبویہ نے ہذلی کے قول میں ذکر کیا ہے:

قد اترك القرن مصفرا انامه

کان اثوابه حجت بفرصاد

پانچواں: قد حرفیہ کا پانچواں معنی تحقیق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (سورہ شمس: ۹) یا ابوطالب علیہ السلام کا رسول خدا ﷺ کی مدحت میں قول ہے:

لقد علموا ان ابننا لا مکذب

لدينا ولا یعنی بقول الا باطل

محل شاہد ہے کہ قد علموا میں قد تحقیق کے لیے آیا ہے۔

اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ بعض نحویوں نے قد یعلم ما انتم علیہ میں موجود قد کو بھی اسی معنی پر حمل کیا ہے اور یہ سب سے واضح و روشن ہے۔

چھٹا: آخری معنی قد کا یہ ہے یہ نفی کے لیے آتا ہے۔ اس معنی کے لیے ابن سیدہ نے یہ مثال حکایت کی ہے: قد كنت في خيبر فتعرفه: اس مثال میں تعرف کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ فعل مضارع جب نفی کے جواب میں واقع ہو تو منصوب ہوتا ہے۔ یہاں مضارع منصوب ہے اور نفی بھی موجود نہیں ہوتا تو ثابت ہوا کہ قد نفی کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن یہ معنی غریب ہے، قابل قبول نہیں ہے۔ جمہور نحویوں نے اس معنی کو ذکر نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں:

اس میں احتمال ہے کہ قد کو کسی اور معنی پر حمل کیا جائے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کسی بہت زیادہ کاذب کو مذاقاً کہا جائے کہ سچا آ گیا ہے۔ اس کے بعد فعل مضارع منصوب ہے وہ نئی معنوی کی وجہ سے ہے۔

ترجمہ: معنی سوم: تقلیل ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: وقوع فعل میں تقلیل جیسا کہ کہا جاتا ہے: قد یصدق الذنوب: (کذاب بھی کبھی سچ بولتا ہے)۔ اور فعل کے متعلق کی تقلیل جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ (سورہ نور: ۶۴) یعنی جس پر وہ ہیں وہ اقل معلوم..... ہیں اور بعض نحویوں کا گمان ہے ان دونوں مثالوں یا ان جیسی مثالوں میں قد تحقیق کے لیے ہے اور پہلی مثال میں تقلیل کا استفادہ قد سے نہیں ہوتا بلکہ تیرے قول: الذنوب یصدق سے ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کو اس پر حمل نہ کیا جائے کہ اس سے صدق کا صدور قلیل ہے تو کلام فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس آخر اول کلام منافی متناقض ہے اور اس کی نظیر امیر المؤمنین علیؑ کا قول ہے کہ: قد یزھق الحکیم۔

چوتھا معنی تکثیر ہے۔ اس معنی کو سیبویہ نے ہذلی کے قول میں بیان کیا ہے جیسا کہ:

قد اترك القرن مصفرا انامه

كان الشوابه هجت بفرصاد

(کافی دفعہ میں نے اپنے مماثل شجاع و بہادروں کو بچھاڑ دیا ہے درحالانکہ ان کی انگلیوں کے پورے زرد ہو چکے تھے (موت کا کنایہ ہے) گو یا ان کے لباس توت سے سیاہ ہو چکے ہیں۔

پانچواں: معنی تحقیق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ رَزَقَهَا (سورہ شمس: ۹) ”تحقیق وہ کامیاب ہے جس نے اپنا تزکیہ کیا“۔

اور ابوطالبؑ کا قول ہے رسول خدا کی مدحت میں:

لقد علموا ان ابننا لا مكذب

لديننا ولا يعنى بقول الا باطل

(تحقیق تم سب جانتے ہو کہ ہمارے بچے جھوٹ نہیں بولتے اور باطل قول کی طرف متوجہ نہیں ہوتے)۔

اور تحقیق گزر چکا ہے کہ بعض نحویوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: قد یعلم ما انتم علیہ کو اس پر حمل کیا

ہے اور یہ ہی اظہر ہے۔

چھٹا معنی نفی ہے۔ ابن سیدہ نے اس مثال کی حکایت کی ہے کہ (قد كنت في خير فتعرفه) تعرف کے نصب کے ساتھ اور یہ معنی غریب ہے اور اس کا حمل ما ذکر کے خلاف ہے اور یہ تیرے اس قول کی مانند ہے کہ الكذوب کے لیے مذاقاً کہا جائے: وہ سچا مرد ہے۔ پھر اس کے بعد نصب آیا ہے معنی کو مد نظر رکھتے ہو۔

متن: قط

على ثلاثة اوجه، احدها: ان تكون ظرف زمان.....

شرح: قاف سے شروع ہونے والا دوسرا کلمہ قط ہے، یہ اسم ہے اور اس کی تین اقسام ہیں۔ ان میں سے ہر قسم کی ایک خاص حرکت و کیفیت پائی جاتی ہے۔

قسم اول: اقسام میں سے قسم اول: قط اسم ظرف زمان ماضی کے لیے اور یہ تمام زمانہ ماضی کو شامل ہے یعنی استغراق کے لیے آتا ہے۔ یہ عوض کو اُلٹ و برعکس ہے کہ عوض مستقبل کے لیے ہے۔ اس قسم میں قط کی پانچ لغات ہیں جن میں سے اصح ترین قُط ہے۔ یہ جملات منفی میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ فرزدق نے امام علی بن حسین علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا:

ما قال «لا» قط إلا في تشهده

لولا التشهد كانت لاؤه نعم

محل شاہد ہے کہ اس میں قط جملہ منفی میں ذکر ہوا ہے اور زمان ماضی میں استغراق کے لیے آیا ہے (یہ وہ ہے جس نے کبھی لانا نہیں کہا سوائے تشہد میں۔ اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کا لا بھی نعم ہوتا)۔

قط کی یہ قسم مبنی ہے کیونکہ مذوالی کے معنی کو متضمن ہے کیونکہ قط کا معنی ہے: مَذَانٌ حُلِقَ إِلَى الْإِن: سوال ہے مبنی پر حرکت کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ التقاء الساکنین سے بچنے کے لیے اس کو حرکت پر مبنی کیا گیا ہے اور اس کو مبنی علی الضم اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ یہ غایات کے ساتھ شباہت رکھتا ہے کیونکہ ظروف میں سے ہے اور مضاف بھی نہیں ہوتا لہذا یہ قبل و بعد کے ساتھ شباہت رکھتا ہے۔ بعض اوقات اس کو مبنی علی الکسر بھی قرار دیا گیا ہے۔ وہ اس وجہ سے ہے کہ التقاء الساکنین میں اصل کسرہ ہے اور بعض اوقات اس کو قُط بھی پڑھا جاتا ہے۔ اس میں اس کے قاف کو 'طا' کا تابع قرار دیا گیا ہے اور بعض اوقات اس کو اس کی طا کو تخفیف و ضم دونوں دے جاتے

ہیں اور قَط پڑھا جاتا ہے اور ”طا“ کو ساکن بھی رکھا جاتا ہے۔ قَط پڑھا گیا ہے۔
 الثانی: قَط کی دوسری قسم ہے کہ حسب کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس کی لغت قَط ہے یعنی قاف مفتوحہ اور طا کے سکون کے ساتھ۔ یوں کہا جائے: قط، قطی، وقطک وقط زید درہم۔ جیسا کہ حسبی یا حسبک۔ حسب زید پڑھا جاتا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حسب معرب ہے اور قط مبنی ہے۔ اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرف کی مانند دو حرفوں پر وضع شدہ ہے۔ گویا حرف کے ساتھ شباہت وضعیہ رکھتا ہے۔
 الثالث: قط کی قسم سوم ہے کہ یہ یکفنی کے معنی میں اسم فعل ہے اور جیسے یکفنی کے ساتھ نون وقایہ آتا ہے۔ ایسے ہی قط کے ساتھ بھی نون وقایہ لاحق ہوتی ہے جیسا کہ قطنی کہا جائے گا جیسا کہ یکفنی کہا جاتا ہے۔
 فرماتے ہیں: ایسے ہی قسم دوم میں بھی آخر میں نون وقایہ لاحق ہوتی ہے تاکہ اس کے آخر کے سکون کی رعایت کی جاسکے۔ ایسے ہی لدن، من، عن کے آخر میں بھی نون وقایہ آتی ہے۔

ترجمہ: قطنین وجوہ پر ہے:

اول: ظرف زمان ماضی کے استغراق کے لیے ہوتا ہے اور یہ قسم قاف کے فتح اور لغات فصیح میں طام مضمومہ و مشدود کے ساتھ ہے اور یہ خاص ہے منفی کے ساتھ جیسا کہ فرزدق کا امام علی بن حسین علیہ السلام کی مدحت میں قول ہے:

ما قال: لا : قط الا في تشهد

لولا التشهد كانت لاؤه نعم

اور یہ مبنی ہے کیونکہ یہ مذوالی کے معنی کو متضمن ہے کیونکہ اس کا معنی ہے کہ مذان خلق الی الان (جب سے خلق ہوا ہے اس وقت سے اب تک)۔

اور حرکت پر مبنی قرار دیا گیا تاکہ التقاء ساکنین سے بچاسکے اور حرکت ضمہ غایات کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے اور کبھی اس کو مبنی علی الکسرہ بھی قرار دیا جاتا ہے۔ التقاء ساکنین میں اصل ہونے کی وجہ سے اور کبھی اس کا قاف اس کی طا کی ضمہ کی حرکت میں اتباع کرتا ہے اور کبھی اس کی طا کو ضمہ کے ساتھ تخفیف دی جاتی ہے یا اس کی طا کو ساکن رکھنے کے ساتھ۔

دوم: اس کا حسب کے معنی میں ہونا ہے اور یہ قسم قاف مفتوحہ اور طا ساکنہ ہوتی ہے۔ قطی، قطک وقط زید درہم کہا جائے گا جیسا کہ حسبی، حسبک حسب زید درہم کہا جاتا ہے مگر یہ کہ قط مبنی ہے کیونکہ یہ

دو حرفوں پر بنایا گیا ہے اور حسب معرب ہے۔
 سوم: قط کا یکفی کے معنی میں اسم فعل ہوتا ہے۔ پس قطنی نون وقایہ کے ساتھ کہا جائے گا جیسا کہ یکفینی
 کہا جاتا ہے۔
 اور دوسری وجہ میں بھی نون وقایہ کا الحاق جائز ہے تاکہ اس کی سکون پر مبنی ہونے کی حفاظت کی جاسکے
 جیسا کہ نون وقایہ کا الحاق لدن من وعن میں جائز ہے۔

